نواں باب

ایمان بالقدر والقضاء

معنی ومفہوم:

ایمان کا ایک رکن یہ بھی ہے کہ اچھی اور بری تقدیر کو مانا جائے کہ جو کچھ بھی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔تقدیر سے مراد وہ ضوابط وقواعد ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کائنات کے لئے مقرر فرمائے یہ ایک نظم ونسق ہے جس کے مطابق یہاں کا سارا نظام چل رہا ہے۔تقدیر قوانین طبیعیہ ہیں جو یہاں جاری وساری ہیں۔(تعریف عام بدین الاسلام از شیخ علی طنطاوی ص ۲۲۷)

ان ضوابط وقواعد کے لئے عموماً دولفظ استعمال کئے جاتے ہیں۔

قدر: یہ وہ علم ازلی ہے جو اللہ اپنے بندوں یا مخلوقات کے بارے میں رکھتا ہے۔اس کی جمع اقدار آتی ہے۔

قضاء: اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا اپنے علم اور اندازے سے اشیاء کو بنانا اور پیدا کرنا ہے۔

قضا اور قدر کا فرق: عمارت کا نقشہ اور اسکیم انجینئر تیار کرتا ہے' تعمیر کی بلندی متعین کرتا ہے' دیواروں کا حجم مقرر کرتا ہے اور اس بات کا فیصلہ کرتا ہے کہ کتنا لوہا اور سیمنٹ استعمال ہوگا۔کتنی کھڑکیاں اور دروازے' روشن دان ہونے چاہئے' یہ گویا تقدیر ہے اور ٹھیکیدار انجینئر کی مقرر کردہ مقداروں اور اس کے معین کردہ اعداد وشمار کو عملی شکل دیتا ہے یہ قضا کی مثال ہے۔

اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک چیز کو اس کے پیدا کرنے سے پہلے ہی ام الکتاب لوح محفوظ میں لکھ دیا تھا۔ کوئی ایسا امر نہیں ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کی پیدائش سے پہلے لکھ نہ دیا ہو۔

إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَٰهُ بِقَدَرٍ ۝ (القمر: ٤٩)

ترجمہ: ہم نے ہر چیز کو ایک تقدیر کے ساتھ پیدا کیا۔

...وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا... (الفرقان:٢)

ترجمہ: اور ہر چیز کو پیدا کیا اور پھر اس کی ایک تقدیر مقرر کی۔

ان آیات سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیر یعنی ان کی حالت، مقدار، کیفیت، صفت، زمانہ، جگہ اسباب اور ذرائع ونتائج وغیرہ کی حدود متعین کر دی ہیں اور ان کے ظہور کا وقت بھی متعین کر دیا ہے۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ... (الاعراف ٣٤)

ترجمہ: ہر امت کے لئے وقت مقرر ہے۔

ایک اور جگہ پر ارشاد فرمایا:

وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ (الحجر : ٢١)

ترجمہ: کوئی چیز ایسی نہیں جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں۔ اور جس چیز کو بھی ہم نازل کرتے ہیں ایک مقرر مقدار میں نازل کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جہاں خالق ومدبر ہے وہاں علیم وقدیر بھی ہے۔ اسے ہر چیز کے متعلق، اس کے اول سے آخر تک، زندگی سے موت تک اور موت سے عالم برزخ تک، حشر اور اس کے بعد تک کے حالات سے واقفیت ہے۔ جس میں خطا اور نسیان

کا ذرہ برابر امکان نہیں ہے یہی اللہ تعالیٰ کا علم اور اندازہ ہے جو لوح محفوظ میں درج ہے۔ اور اس پر یقین ہی ایمان بالقدر ہے اور یہ کہ جو کچھ خیر اور شر (میں آتا) ہے سب اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر ہے۔

تقدیر۔۔۔اللہ کا راز

تقدیر بلاشبہ اللہ کا راز ہے جسے اس نے مخلوق میں سے کسی ایک پر بھی منکشف نہیں کیا۔ جو اس نے لکھا ہے اسے وہی جانتا ہے کوئی نبی یا ولی اس سے واقف نہیں۔

امام ابن القیمؒ فرماتے ہیں: قدر کی حقیقت جس کے بارے میں مخلوق حیرانی میں مبتلا ہے وہ تو اللہ کی قدرت ہے۔ (القصیدۃ النونیہ)

علامہ طحاوی فرماتے ہیں: قدر اللہ تعالیٰ کا مخلوق کے بارے میں ایسا بھید ہے جس پر کسی مقرب فرشتہ کو اطلاع ہے اور نہ کسی نبی مرسل ہی کو اس میں تعمق اور گہرائی حاصل ہے۔ یہ تو رسوائی و محرومی کا ذریعہ ہے اور سرکشی کا درجہ ہے اس لئے اس پر غور و فکر اور وسوسہ سے ہر ممکن بچو۔ اللہ نے یہ علم اپنی مخلوق سے پردہ میں رکھا ہے۔ (شرح العقیدۃ الطحاویہ)

اس کی مزید وضاحت مندرجہ ذیل آیت کرتی ہے۔

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَإِلَيْهِ يُرْجَعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ... (ھود: ۱۲۳)

ترجمہ: اور اللہ ہی کے لئے آسمان اور زمین کا غیب ہے اور تمام امر اسی کی طرف لوٹتا ہے۔

تقدیر کی حجت

عام طور پر اپنے گناہ کے لئے تقدیر کو حجت بنالیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ سب کچھ تقدیر کے مطابق ہے اس میں ہمارا اختیار نہیں ہے۔ مثلاً کسی غلط کام کرنے والے سے پوچھا جائے۔ اس نے ایسا کیوں کیا؟ تو جواب دیتا ہے میرے مقدر میں ہی ایسا لکھا تھا۔ یہ بالکل فضول جواب ہے کیا وہ شخص جو تقدیر کو بہانہ بنا رہا ہے اس نے برائی کے ارتکاب سے پہلے لوح محفوظ کی تحریر پڑھ لی تھی کہ برائی اس کا مقدر ہے۔ نہیں، بلکہ اس نے یہ غلط کام اپنی خواہش نفس کی پیروی، فوری لذت کے حصول اور شیطان کی دعوت قبول کرنے کے لئے کیا۔ نزول قرآن کے دور میں مشرک اسی طرح کی حجت بازی کرتے، اور کہتے تھے۔

... لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ أَشْرَكْنَا ... (الانعام: ۱۴۸)

ترجمہ: اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے۔ اس کے جواب میں اللہ نے فرمایا:

... قُلْ هَلْ عِندَكُم مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا ... (الانعام:۱۴۸)

ترجمہ: ان سے کہو کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے ہمارے سامنے پیش کرسکو۔

یعنی شرک کا ارتکاب کرنے سے پہلے کہاں سے معلوم ہوگیا کہ شرک کرنا تمہاری تقدیر میں لکھا ہے یا کیا تم نے ایمان کا تجربہ کرکے دیکھ لیا تھا کہ وہ تمہاری قسمت میں نہیں ہے۔

اس کی وضاحت ایک متفق علیہ حدیث میں یوں آتی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے سامنے جب تقدیر کا مسئلہ بیان کیا تو بعض نے پوچھا کہ کیا ہم اپنی کتاب (تقدیر) پر ہی اعتماد نہ کریں اور عمل چھوڑ دیں تو رسول اللہؐ نے فرمایا:

"تم عمل کرو ہر ایک کو وہی توفیق دی جاتی ہے جس کے لئے پیدا ہوا ہے۔ جو اہل سعادت میں ہے اسے سعادت اور اچھے عمل کی توفیق حاصل ہوگی اور جو بد بخت ہے اسے بد بختوں کی توفیق حاصل ہوگی۔" (بخاری ص ۹۷۷ جلد ۲، مسلم ص ۳۳۲ جلد ۷)

چنانچہ ظاہری اسباب کو تقدیر کے تابع سمجھ کر ترک کرنا درست نہیں۔

رسول اللہ ﷺ سے دم کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا خیال ہے جو ہم دم کرتے ہیں اور دوا کے بارے میں، کیا رائے ہے جو ہم علاج کرتے ہیں یا بچاؤ کے بارے میں جس سے ہم بچاؤ کرنا چاہتے ہیں کیا یہ اللہ کی تقدیر کو رد کرتی ہیں؟ آپؐ نے فرمایا:

هي من قدر الله

ترجمہ: یہ بھی اللہ کی تقدیر میں سے ہیں۔

پھر فرمایا: ہر بیماری کی دوا ہے جب بیماری کو دوا پہنچتی ہے تو اللہ کے حکم سے شفا ہو جاتی ہے۔ پھر ایک قابل غور بات یہ ہے کہ تقدیر کو اپنے قصوروں اور گناہوں کو حجت بنانے والے لوگ اگر اپنی بات میں سچے ہیں تو انہیں دوسری تمام چیزوں مثلاً فقر، بیماری، بھوک، مال و دولت کا ضائع ہونا وغیرہ کو تقدیر کا لکھا سمجھ کر راضی ہو جانا چاہئے لیکن دیکھنے میں آیا ہے کہ ان باتوں کو لوگ تقدیر کا فیصلہ سمجھ کر راضی نہیں ہوتے اس کے لئے کوشش کرتے ہیں۔

ثواب اور عذاب:

عام طور پر یہ سوال ہوتا ہے کہ جب ہر پیش آنے والا واقعہ پہلے لکھا جا چکا ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم میں پہلے موجود ہے، اور اللہ کی سنت بدل نہیں سکتی تو پھر عذاب و ثواب کے کیا معنی ہیں؟ درحقیقت انسانی زندگی کے دو پہلو ہیں۔

انسان آزاد و خود مختار ہے یا وہ مجبور ہے پہلی بات کہ انسان آزاد و خود مختار ہے اسے یوں سمجھئے کہ انسان کے پاس عقل ہے جس کی وجہ سے وہ اچھائی اور برائی میں تمیز کرتا ہے۔ اور ساتھ ہی اس کے پاس قوت آمادہ ہے تاکہ خیر اور شر میں سے جس پر چاہے عمل کرے۔ ہر صاحب عقل انسان یہ جانتا ہے کہ نماز نیک کام ہے اور زنا برا کام، اور اس کے پاس اختیار ہے کہ چاہے تو گھر سے نکل کر دائیں جانب مسجد میں چلا جائے یا چاہے بائیں جانب بدکاری کے اڈہ کی طرف چلا جائے۔

اسی طرح انسان اپنے صحت مند ہاتھوں سے کسی فقیر کو خیرات بھی دے سکتا ہے اور انہی سے کسی بے گناہ کو مار بھی سکتا ہے۔ فقیر کو خیرات دینا نیکی ہے جس کے نتیجہ کے طور پر ثواب ملے گا اور کسی بے گناہ کو مارنا ایک جرم ہے جو باعث عذاب ہے۔

دوسرا پہلو یہ ہے کہ انسان آزادی و خود مختاری کے باوجود مجبور ہے۔ مثلاً انسان اپنے ہاتھوں کو حرکت میں لا کر اچھا یا برا عمل کر سکتا ہے مگر انسان اپنے دل، دماغ یا معدے کے عضلات پر حکم نہیں چلا سکتا۔

ایک ذہین طالب علم سبق کو ایک دفعہ پڑھ کر یاد کر لیتا ہے جبکہ غبی طالبعلم دن رات پڑھ کر یاد نہیں کر سکتا یا ایک طالب علم کا گھر تو شکستہ ہے لیکن اس کا عالم باپ اسے پڑھنے میں مدد دیتا ہے اور دوسرا عالی شان محل میں رہتا ہے لیکن اس کا باپ جاہل اور تند مزاج ہے جو اسے پڑھنے میں مدد نہیں دے سکتا ہے۔ ان صورتوں میں نہ تو غبی طالب علم اپنے آپ کو ذہین بنا سکتا ہے اور نہ دوسرا طالب علم اپنے باپ کو بدل سکتا ہے یہ ایسے امور ہیں جو انسان کے اختیار سے باہر ہیں بالکل اسی طرح جیسے کوئی شخص اس بات پر قادر نہیں کہ اپنی ناک خوبصورت بنا لے یا اپنا قد لمبا کر

دے۔لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ انسان مجبور محض ہے۔ بلکہ وہ ان تمام معاملات میں جو انسانی طاقت کی حدود میں ہیں آزاد اور خود مختار ہے۔

اگر انسان بعض حالات میں مجبور ہے تو اس سے اس کے اختیار کی صفت کی نفی نہیں ہوتی۔

چنانچہ ثواب اور عذاب انسان کے اختیار کے ساتھ وابستہ ہیں اگر انسان سے اختیار چھین لیا جائے تو وہ مستحق سزا نہیں ہوگا۔ جہاں اختیار نہیں وہاں حساب بھی نہیں، شکل وصورت یا مال کم یا زیادہ ہونے کے بارے میں نہ پوچھا جائے گا۔یہی وجہ ہے کہ جو شخص کسی جرم پر مجبور کیا جائے اسے سزا نہیں دی جائے گی اور صرف ان باتوں پر مواخذہ ہوگا جن کے کرنے یا نہ کرنے کا ہمیں اختیار حاصل ہے۔

انسان نیکی کرتا ہے تو ثواب پاتا ہے اور بدی کا ارتکاب کرتا ہے تو سزا ملتی ہے۔اللہ تعالیٰ کسی پر اس کی طاقت اور برداشت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا اور نہ کسی کی ذرہ برابر نیکی ضائع کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ عادل ہے اور اس کی عدالت میں عدل ہی حاصل ہوگا۔

تقدیر کے بارے میں شرعی نقطہ نظر:

شریعت کا تقاضا یہ ہے کہ تقدیر کے معاملہ میں منقول دلائل سے آگے نہ بڑھا جائے اور بلاوجہ بحثوں میں نہ الجھا جائے۔اس لئے کہ انسان آزاد و خود مختار ہونے کے ساتھ ساتھ مجبور بھی ہے۔اللہ کے علم تک انسان کی محدود عقل کی رسائی نہیں ہے۔رسول اکرمؐ نے اس سے منع فرمایا: ایک دن ایسا ہوا کہ صحابہؓ قدر کے

مسئلہ پر گفتگو کر رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ بھی وہاں تشریف فرما ہوئے جب آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو ایسی بحث میں مشغول پایا تو آپ ﷺ کا چہرہ انور غصے کی وجہ سے سرخ ہوگیا۔فرمایا:" تمہیں کیا ہوگیا ہے تم اللہ کی کتاب کے بعض حصوں کو بعض سے ٹکراتے ہو؟ اسی وجہ سے تم سے پہلے لوگ ہلاک ہوئے تھے"۔(مسند احمد)

علیؓ سے ایک آدمی نے تقدیر کے بارے میں سوال پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

طريق مظلم فلا تسلكه، وبحر عميق فلا تلجه، سر الله فلا تكلفه.

(تیسیر العزیز الحمید ص ۲۳۰)

ترجمہ: تاریک راستہ ہے اس پر نہ چل، گہرا سمندر ہے اس میں نہ داخل ہو۔اللہ کا راز ہے اسے تکلیف کے ساتھ معلوم کرنے کی کوشش نہ کر۔

ابن عبدالبر فرماتے ہیں: قدر اللہ تعالیٰ کا بھید ہے جو بحث وجدل اور غور و نظر سے نہیں پایا جا سکتا۔مومن کے لئے اس مسئلہ میں اتنا کافی ہے کہ اسے معلوم ہو کہ کوئی چیز بھی اللہ کے ارادہ کے بغیر قائم نہیں ہے اور نہ کوئی چیز اس کی مشیت کے بغیر ہو سکتی ہے۔اسی کے لئے خلق اور امر ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ تقدیر کو تسلیم کیا جائے۔اس کے خیر اور شر کا اقرار کیا جائے اور تقدیر کے عدل اور اللہ کی حکمت ہونے کا اور انسان کے ارادوں کے نقض (نافذ نہ) ہونے کا یقین کیا جائے۔(التمھید ص ۱۴۰ جلد ۳)